منکرین ایصال ثواب کی دلیل اور اس کے جوابات

میں نے ایصال ثواب کی برکات اور جواز کیلئے تمام مکاتب فکر کی کتب کا مطالعہ کیا جن میں بطور خاص اہلسنت و جماعت بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث اور مودودی شامل ہیں اور اس کے علاوہ فقہاء اسلام میں سے حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی دیگر فقہاء کرام اور اولیاء کرام میں سے کوئی بھی ایصال ثواب کا منکر نہیں ہے۔ البتہ بعض کے ہاں طریقہ ایصال ثواب کے مسئلہ پہ بھی متفق و متحد نظر آتے ہیں۔

غلط فہمی

ایصال ثواب کے مسئلہ کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ منکرین یا تو ہٹ دھری اور ضد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں یا مسئلہ کو صحیح سمجھ نہیں سکے۔ ایک طرف مختلف مسالک کے علماء کرام کی تحقیقات اور دوسری طرف چند بیباک لوگ چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن دلیلوں کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کے جھٹلانے کا سبب قرآن کریم کی ایک آیت کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

وہ سورۃ النجم کی آیت ۳۹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔

اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

کتاب و سنت' صحابہ کرام' تابعین' ائمہ کرام' محدثین و مفسرین اور اجماع علماء

سے واضح ہے کہ میت کی طرف سے عبادات کو ادا کرنا اور ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور یہ آیت اس کے خلاف نہیں ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

منکرین ایصال ثواب کو اس آیت سے شبہ لاحق ہوا کہ "جو انسان کوشش کرتا ہے وہی کچھ اس کو ملتا ہے" لہٰذا انہوں نے صرف ظاہر معنی کو دیکھ کر یہ فیصلہ دے دیا کہ اب کسی دوسرے انسان کو نہ فائدہ پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی پہنچتا ہے۔ حالانکہ ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کام والد کر رہے ہیں اور بغیر کوشش کے اس کی بیوی اور اس کے بچوں کو فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ گھر میں آرام کر رہے ہوتے ہیں اور صاحب محنت مزدوری کر کے شام کو آتے ہوئے فروٹ لا رہے ہوتے ہیں اور جنہوں نے ذرا سی بھی کوشش نہیں کی ہوتی شام کو پھل اور دیگر لائی ہوئی اشیاء بغیر ان کی کوشش کے استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔

منکرین کی رائے کے مطابق چاہیے تو یہ کہ بھوکے مریں اور جب تک خود نہ کما سکیں اس وقت تک بھوک ہڑتال کر دیں اور کچھ نہ کھائیں اور اگر زندگی میں والدین' بھائیوں' دوستوں اور رشتہ داروں سے ان کی کوشش کا صلہ انسان کو مل سکتا ہے تو مرنے کے بعد کیوں نہیں مل سکتا؟

اگر وہ کہیں کہ جی زندوں کا زندوں کو نفع پہنچانا جائز ہے مردوں کو نہیں پہنچا سکتے۔ تو پھر ہماری گذارش ہے کہ صرف منطقی انداز میں جو کہ حقیقت میں غیر منطقی ہے گفتگو کرنے سے بغیر کسی دلیل شرعی کے کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں زندوں اور مردوں کی کوئی تخصیص تو نہیں ہے۔

علماء اہلسنت' دیوبند' اہلحدیث اور مودودی کا نظریہ

چونکہ عموی طور پہ اس آیت کریمہ کی روشنی میں لوگوں کو ایصال ثواب سے منع کیا جاتا ہے۔ میں تمام مشہور مسالک کے علماء کرام کی تحقیقات تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ جن میں علماء اہلسنت میں سے غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ 'مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ' علماء دیوبند سے مولوی شفیع دیوبندی' علماء اہلحدیث سے مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی اور جماعت اسلامی کے مولوی مودودی شامل ہیں۔

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں سب سے پہلے غزالی زماں محدث کبیر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ ایک مضمون قارئین کرام کی نذر کروں گا۔
اس مضمون میں حضور قبلہ نے اس آیت کے معنی و مطلب اور اس پر شبہات کا جواب مدلل طور پر ایک اچھوتے انداز میں دیا ہے۔ میں یہ مضمون "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری پارہ یازدہم کتاب الوصایا" سے نقل کررہا ہوں۔

"قائد" رجب المرجب ۱۳۶۹ھ کے باب الاستفسار میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مجیب محترم نے زیر ترجمہ و تفسیر آیۃ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی تحریر فرمایا ہے کہ آیۃ مبارکہ باعتبار اپنے مرادی معنی کے دار آخرت سے متعلق ہے اور مطلب یہ کہ آخرت میں انسان کو انہی نیکیوں کا ثواب ملے گا جو اس نے بذات خود کی ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ نیکیاں کسی نے کی ہوں اور بدلہ دوسرے کو مل جائے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ کوئی شخص اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کردے اور اس کے ہبہ کرنے کی وجہ سے دوسرے کو اس کی نیکیوں کا ثواب پہنچ جائے یعنی نیکی کرنے والے کی اجازت

کے بغیر کسی کو اس کی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

آیۃ شریفہ کے متعلق باقی تصریحات جیسا کہ ظاہر ہے بالکل موجب اطمینان ہیں لیکن اس وقت جس چیز سے اشکال کی صورت پیدا ہو کر مجبوراً چند معروضات خدمت والا میں پیش کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے وہ ایک مسلمان کا اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کردینے سے متعلق ہے یعنی ایک مسلمان اپنی حیات مستعار میں کوئی نیک کام تو خود کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ میں نے جو نیک کام کیا ہے اس کا ثواب جو مجھ کو ملنا چاہیے وہ فلاں شخص کو ملے یا کوئی مسلمان کوئی نیک کام کرے اس نیت سے اور اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کہ میں یہ کام فلاں مسلمان کی طرف سے کررہا ہوں اس لئے اس کا ثواب اسی کو ملے۔

ان دونوں طریقوں سے ایصال ثواب کے متعلق جو چند شبہات و ترددات قلب پروار ہوئے ہیں۔ چند لفظوں میں عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اگر یہ خیالات غلط فہمی پر مبنی ہوں تو اصلاح ہو جائے۔

سوال یہ ہے کہ عبادات نماز' روزہ' تلاوت' حج' زکوٰۃ' صدقات' قربانی وغیرہ اعمال صالحہ سے غرض نفس کو پاک کرنا ہے یا نہیں؟ کیونکہ آخرت کی کامیابی نفس کی پاکیزگی پر موقوف ہے۔ (قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى) اور امر الٰہیہ کی بجا آوری اور نواہی سے بچنا سن بلوغ سے مرتے دم تک ہر مسلمان کیلئے حتی الوسع لازمی چیز ہے۔

اب جو مسلمان اپنی مدت عمر میں اپنے صحیح عقائد کے ساتھ اگر نیک عمل کرتا رہا اور دنیا سے باایمان اٹھا (اَلْاِعْتِبَارُ بِالْخَوَاتِيْمِ) تو یا تو وہ مقربوں سے ہے یعنی اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ میں ہے اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ والی جماعت میں شامل ہے یا اصحاب الیمین میں ہے یعنی وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ

سَیِّئًا تو ان کیلئے بھی وعدہ الٰہی ہے کہ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ اہل جنت اور نیکوکار لوگوں کی یہی تقسیم ہے۔ اسی کے ساتھ قرآن حکیم کی تعلیم
یہ بھی ہے کہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم ۳۹) اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ (حم سجدہ ۴۶) اور كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (والطور ۲۱) ان تینوں
آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہورہی ہیں (۱) انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل
پر ہے دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں (۲) جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کا نفع
اسی کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے' کسی دوسرے کو نہیں (۳) ہر شخص اپنے کسب و عمل
میں رہن ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نماز ہمیں کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے ہمارے
روزے ہم ہی میں تقویٰ پیدا کرسکتے ہیں اور ہماری تلاوت قرآن کریم ہمارے ہی دل
کو اللہ کی طرف لگا کر ہمارے ہی ایمان میں زیادتی پیدا کرسکتی ہے۔ اسی طرح دیگر
نیک عمل جو ہم کرتے ہیں اس سے ہمارا ہی تزکیہ نفس ہوتا ہے جو ہم ہی کو رضا و رحمت
الٰہی کے قریب لے جاکر مستحق فلاح و نجات ٹھہراتا ہے۔

غرض کہ نفس کا پاک ہونا عین عبادت کے صحیح ہونے پر موقوف ہے اور عبادت
کا صحیح ہونا نفس کے پاک ہونے کے بغیر معتبر نہیں' کہا جاتا ہے کہ کتنے لوگوں کی نمازیں
اور روزے قیامت میں ان کے منہ پر پھینک دیئے جائیں گے یعنی قبول نہ ہوں گے۔
کیونکہ ان کے اثر سے نفس کو پاکیزگی حاصل نہیں ہوئی تھی جو اصل مقصود تھا اور ان کے
سب عمل دکھاوے کے تھے۔ (العیاذ باللہ)

اب اگر ہم یہ چاہیں کہ برائی یا بے حیائی سے رک کر جو پاکیزگی ہم میں پیدا
ہوئی ہے یا جو تقویٰ ہم میں آگیا۔ ہے۔ خدا کا خوف یا ایمان کی زیادتی جو ہم کو حاصل
ہوئی ہے۔ ان چیزوں کو کسی دوسرے کی طرف کس طرح پہنچادیں تو یہ دعائے محال

ہے اور ناممکن بات کی دعا بالکل منع ہے خصوصاً جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ انسان کا
حق اپنی ہی کوشش و عمل پر ہے اور جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کا نفع اسی کو
حاصل ہوتا ہے دوسرے کو نہیں اور یہ کہ ہر شخص اپنی کمائی میں گرو ہے اللہ تعالیٰ ہی اپنے
بیان کردہ قرآنی اصول کے مطابق اس گرو کو توڑ سکتا ہے کوئی شخص بطور خود کسی ایسے
طریقے سے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا اس کو نہیں توڑ سکتا۔ قرآن پاک میں جس عام
مرے ہوئے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کی تعلیم فرمائی گئی ہے کیا اسی طرح اپنی
نیکیوں کا ثواب ہبہ کردینے کی تعلیم موجود ہے۔ عام مسلمان نہیں تو کم از کم عزیز رشتہ
داروں اور والدین کیلئے ثواب پہنچانے کا حکم ہے؟ دعائے رحمت و مغفرت جو بارگاہ
الٰہی میں ایک سفارش ہے اس میں اجر و ثواب منتقل یا ہبہ کرنے میں کوئی فرق ہے؟

براہ کرم اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمایئے اگر استدلال قرآن حکیم کی روشنی
میں ہو تو اصولی طور پر زیادہ اطمینان کا باعث ہوگا۔ بینوا و توجروا رحمکم اللہ
تعالیٰ "قائد" چند ماہ سے باقاعدہ نظر مطالعہ سے گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اس کی پرخلوص
خدمات ملک و ملت کیلئے مفید ثابت ہوں اور "قائد" اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہو۔

عریضہ زیر نظر ایک استفتاء ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ "قائد" کی تازہ اشاعت میں
اسے باب الاستفسار میں جگہ دے کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔ فجزاکم اللہ
تعالیٰ احسن الجزا۔ مخلص محبوب احمد

آپ کے سوال کا منشا اور مبنیٰ یہ ہے کہ ہر عبادت' تقویٰ' طہارت اور نیکیوں کا
ثواب اور ان کے نتائج و اثرات اسی شخص کیلئے مخصوص ہیں جو ان کا عامل اور کرنے والا
ہے۔ غیر عامل کیلئے بغیر کچھ کئے کسی نیکی کا ثواب یا اس کے فوائد کا حصول کسی طرح ممکن
نہیں اس دعوے کے ثبوت میں آپ نے تین آیتیں لکھی ہیں وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ
اِلَّا مَا سَعٰى اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ اور كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ

آپ نے لکھا ہے ان تینوں آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہو رہی ہیں۔ (۱) انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل پر ہے دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں ہے (۲) جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا نفع اسی کرنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو نہیں (۳) ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہین ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کی نیکی اور کوشش دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی (اس لئے ایصالِ ثواب بھی ممکن نہیں) میں عرض کروں گا کہ ان آیات سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کی دوسری بکثرت آیات بینات اور بیشمار احادیث صحیحہ کے خلاف ہے ملاحظہ فرمایئے۔

آیت نمبر ۱: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ (پ ۳ سورہ بقرہ ع ۳۴)

وہ کون ہے جو بارگاہ ایزدی میں اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرے۔ معلوم ہوا کہ اس کے اذن والے شفاعت کریں گے اور وہ انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور مومنین عظام ہیں۔ ظاہر ہے کہ شفاعت بھی ایک عمل ہے اور شفاعت کے ذریعے ان لوگوں کو فائدہ بھی ضرور پہنچے گا۔ جن کے حق میں شفاعت ہوگی ورنہ شفاعت لغو اور بے سود قرار پائے گی۔ نعوذ باللہ۔ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ عالم آخرت میں ایک کے عمل سے دوسرے کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔

آیت نمبر ۲: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۲)

کچھ گاؤں والے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول اللہ ﷺ سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں خبردار ہو جاؤ وہ ان کیلئے باعث قرب ہے اور اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل

کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا بے حد مہربان ہے "اعراب" جو کچھ خرچ کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ کی نزدیکیوں اور رسول اللہ ﷺ سے دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کو مقام مدح میں بیان فرما کر اس کے جواز پر نص فرمائی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دعائیں بھی عمل ہیں اور اگر وہ دعائیں ان کے حق میں مفید نہ ہوتیں تو ان کو حاصل کرنے کیلئے ذریعہ تلاش کرنا عبث تھا اور فعل لغو و عبث مدح کے قابل نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی مدح و ستائش فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ لغو و عبث نہیں بلکہ مفید ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آیت نمبر ۳: وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ۔ (پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۳)

پیارے حبیب ﷺ ان کیلئے دعائے خیر فرمایئے بیشک آپ کی دعا ان کیلئے سکون ہے۔ اگر ایک کا عمل دوسرے کیلئے مفید نہ ہو سکے تو حضور اکرم ﷺ کی دعائے مبارک آپ کے غلاموں کے حق میں مطلقاً سکون و اطمینان کا موجب کیونکر ہو سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۴: رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (پ ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی۔ ابراہیم علیہ السلام بارگاہ صمدی میں عرض کرتے ہیں اے اللہ میری اور میرے والدین اور ایمان والوں کی مغفرت فرما جس دن حساب قائم ہو۔

دعا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین کے حق میں دعائے مغفرت خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی ضرور مقبول ہے اور اس دعا کے لازمی مقبول ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ مومنین کی مغفرت ہو اور اس دعا سے انہیں فائدہ پہنچے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آیت نمبر۵: وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔

(پ۱۶ سورہ کہف ع ۱۰)

اور دیوار کے نیچے ان (دونوں یتیم بچوں) کا خزانہ تھا اور ان کا باپ مردِ صالح تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دو یتیم بچوں کے خزانہ کی حفاظت کیلئے دیوار کو سیدھا کرنا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے تھا ورنہ جملہ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ (العیاذ باللہ) معلوم ہوا کہ ایک کے اعمالِ صالحہ دوسرے کے حق میں مفید ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

آیت نمبر۶: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ (پ۲۴ سورہ مومن ع ۱)

وہ (فرشتے) جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے آس پاس ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور اس پر ایمان لائے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔

فرشتے معصوم ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں امرِ الٰہی سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے۔ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ یعنی فرشتے وہ کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ امرِ الٰہی سے وہ مومنین کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ دعا فرشتوں کا عمل اور ایمان والوں میں یقیناً مفید ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کیلئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

آیت نمبر۷: وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ (پ۲۸ سورہ حشر ع ۱)

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں۔ اے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے مومنین میں دعا نقل فرمائی ہے۔ جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے مومن داخل ہیں۔ ان سب کی دعائیں اپنے سے پہلے مسلمانوں کے حق میں وارد ہیں اور وہ ان کیلئے یقیناً مفید ہیں۔ یہ بات بارہا بتائی جا چکی ہے کہ دعا بھی عمل ہے اور اس آیت مبارکہ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

بخوفِ طوالت صرف سات آیتوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ قرآن کریم میں اور آیتیں بھی اس مضمون پر بکثرت موجود ہیں۔ عملِ خیر سے فائدہ پہنچنے کے ثبوت میں چند احادیث بھی تحریر کرتا ہوں تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

حدیث نمبر۱: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور میری والدہ کا انتقال اچانک ہو گیا۔ میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتی تو صدقہ کرتی۔ تو کیا اس کیلئے اجر ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے۔ مطلب واضح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مضمون حدیث اثباتِ مدعا میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

حدیث نمبر۲: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَائِشَةُ هَلُمِّیْ الْمُدْیَةَ ثُمَّ قَالَ اَشْحِذِیْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَخَذَهَا

وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ، ثُمَّ ذَبَحَهٗ، ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰی بِهٖ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر سے تیز کرو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کے لٹایا پھر اسے ذبح فرمایا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اے اللہ محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول کر۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اگر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزاء میں ...... مقید ہے اور کسی کو کسی کے نیک عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی قربانی کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ اے اللہ قبول کر محمد (ﷺ) اور آل محمد وامت محمد (ﷺ) کی طرف سے

حدیث ۳: وَفِیْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیْ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (امام احمد ابوداؤد ترمذی)

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ تعالیٰ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔

حدیث نمبر ۴: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہوگئی۔ اگر میں اس کی طرف سے

صدقہ کروں تو کیا وہ اس کو نفع دے گا؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں نفع دے گا۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی نیکی کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچتا ہے اور مسلمانوں کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے مردوں کو ثواب پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۵: عَنْ عُثْمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو ٹھہر جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے اپنے بھائی کیلئے طلب مغفرت کرو پھر اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اگر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو رسول اللہ ﷺ نے میت کیلئے استغفار اور دعا کا حکم کیوں دیا؟

حدیث نمبر ۶: رَوَى الدَّارُقُطْنِیُّ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ اَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ اَبَرُّهُمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّیَ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِكَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ۔ (دار قطنی)

دار قطنی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے حال دریافت فرمایا تو اس نے کہا حضور میرے والدین تھے ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کیا کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد کس طرح ان کے ساتھ نیکی کروں؟ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا موت کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے نماز پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ ان کیلئے روزہ رکھ۔ یہ حدیث دار قطنی کی ہے۔

(شامی ج ۲ ص ۳۲۵ سے نقل کی گئی)

حدیث نمبر ۷: عَنْ اَنَسٍ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْا لَهُمْ فَهَلْ یَصِلُ ذَالِكَ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّهُ لَیَصِلُ اِلَیْهِمْ وَاِنَّهُمْ لَیَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا یَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِیَ اِلَیْهِ۔ (رواہ ابو حفص العکبری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے مردوں کی طرف سے خیرات کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعائیں مانگتے ہیں۔ حضور کیا یہ سب کچھ انہیں پہنچتا ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہاں بیشک وہ انہیں ضرور پہنچتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اسی طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تمہاری طرف جب کوئی طبق ہدیہ کیا جائے اور تم اس سے خوش ہوتے ہو۔ اس حدیث کو ابو حفص العکبری نے روایت کیا ہے اور یہ شامی ج ۲ ص ۳۲۵ سے نقل کی گئی۔

ہمارے دعوے پر بکثرت احادیث موجود ہیں مگر بخوف طوالت صرف سات حدیثوں پر اکتفا کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک یہ بات بھی عرض کردوں کہ اگر یہ نظریہ درست تسلیم کرلیا جائے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا اور کسی کی نیکی سے کسی دوسرے کو نفع حاصل نہیں ہوسکتا تو مسلمانوں کے وہ ناسمجھ اور شیر خوار بچے جو بچپن میں فوت ہوجاتے ہیں ان میں سے ایک بھی جنت میں نہیں جاسکتا کیونکہ نہ وہ ایمان لائے نہ انہوں نے نیک عمل کئے۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے گناہ نہیں کئے اس لئے وہ جنتی قرار پائے تو میں عرض کروں گا کہ کفار و مشرکین کے بچوں نے بھی گناہ نہیں کئے ان پر بھی اسلام کے احکام جاری ہونے چاہئیں مگر ایسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بچوں پر جو بچپن میں فوت ہوجاتے ہیں احکام اسلام کا جاری ہونا اور ان کا جنت میں

جانا ان کے والدین یا دونوں میں سے ایک کے ایمان و اسلام کی وجہ سے ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک کی نیکی دوسرے کیلئے مفید ہے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق گزارش ہے کہ دونوں میں اتنا فرق تو ظاہر ہے کہ دعائے مغفرت میں صرف دعا ہے اور ایصال ثواب میں دعا کے ساتھ ثواب بھی لیکن اصولی طور پر کوئی فرق نہیں اور اصل مسئلہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ آیہ کریمہ ان لیس للانسان الا ماسعیٰ سے آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر شخص کیلئے اسی کی کوشش اور نیکی کا فائدہ ہے دوسرے کی کوشش اور عمل کا فائدہ کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب غور فرمایئے کہ ایک مسلمان کی دعائے مغفرت دوسرے مسلمان کے حق میں جو ہوتی ہے وہ کس کی کوشش اور کس کا عمل ہے۔ ظاہر ہے کہ دعا کو دعا کرنے والے ہی کا عمل اور اسی کی کوشش کہا جاسکتا ہے۔ جب اس کا فائدہ دوسرے کو پہنچا تو آپ کا نتیجہ بداہتاً غلط ہوا یا نہیں؟

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایصال ثواب کا حکم ہے یا نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کو اپنی نیکی اور اپنے عمل سے فائدہ پہنچاتا ہے اور یہ بات قرآن مجید سے ہم ثابت کرچکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ثواب کی اصل موجود ہے۔ رہا یہ امر کہ ایصال ثواب کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود نہیں ہے تو اس کے متعلق عرض کردوں کہ قرآن مجید میں نماز کا تفصیلی بیان موجود نہیں حالانکہ نماز افضل العبادات اور عماد الدین ہے۔

"خمس صلوٰۃ" کا لفظ قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ اوقات صلوٰۃ کی مکمل تفصیل وارد نہیں ہوئی۔ تعداد رکعات کا کوئی ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں۔ بیشمار مسائل دین کی تشریح و توضیح تمام تفصیل کے ساتھ کتاب اللہ میں نہیں پائی جاتی لیکن اس کا یہ مطلب

ہرگز نہیں کہ جس مسئلہ کی تفصیل قرآن پاک میں نہ ہو وہ غلط ہے۔ اگر تمام تفصیلات قرآن مجید میں ہوتیں تو سنت نبوی اور احادیث مبارکہ کی کیا ضرورت تھی؟ اس میں شک نہیں کہ دین متین تمام قرآن مجید میں ہے۔ قرآن کریم ایسی جامع اور کامل کتاب ہے جس میں ذرہ بھر کسی بات کی کمی نہیں پھر وہ تمام علوم قرآنیہ نگاہ رسالت کے سامنے تفصیلاً موجود ہیں لیکن ہم بیان اور وضاحت کے محتاج ہیں۔

آپ نے فرمایا ہماری نماز ہماری عبادت اور ہمارا تقویٰ اور ہماری طہارت ہم ہی کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ہماری نیکیوں سے ہمارے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہماری عبادات اور نیکیوں سے دوسروں کا تزکیہ قلب ہوجائے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ تزکیہ نفس اور چیز ہے اور ثواب اخروی دوسری چیز ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں لیلۃ القدر کی فضیلت رب تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اب آپ خود غور فرمایئے کہ ایک رات کی عبادت سے تزکیہ نفس زیادہ ہوگا یا ہزار ماہ کی عبادت سے؟ اگر ہزار ماہ کی عبادت سے تزکیہ نفس زیادہ ہوگا تو پھر ایک رات کا ثواب اس سے بڑھ کر کیسے ہے؟

مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تزکیہ ایک لاکھ نمازوں سے ہوگا وہ ایک نماز سے نہیں ہوگا لیکن اس ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں جتنا ہونے میں خود آپ کو بھی شبہ نہ ہوگا۔ اسی قسم کی دیگر بیشمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں اور ان کے بیان کا مفاد دراصل یہ بتاتا ہے کہ ثواب اور تزکیہ نفس دو مختلف چیزیں ہیں۔ آپ کے اعتراض یا شبہ کی بنیاد یہ مغالطہ بنا کر آپ نے ثواب یا تزکیہ کو لازم وملزوم یا مترادفات میں تصور کیا۔ اگر ہماری عبادت سے کسی دوسرے کا

تزکیہ نفس نہیں ہوتا تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ ہماری نیکیوں کا فائدہ بھی کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب ان آیات پر کلام کرتا ہوں۔ جن کی وجہ سے آپ کو یہ شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور اس سے پہلے ایک مختصری تمہید پیش کرتا ہوں جس کو غور سے پڑھنے کے بعد آیات کے مطالب اچھی طرح واضح ہوجائیں۔

عقل سلیم کے نزدیک شہنشاہ عادل وحکیم کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ حق دار کے حق کو تلف ہونے سے بچائے اور غیر مستحق کو اس بات کا موقع نہ دے کہ وہ کسی کے حق میں دست درازی کرسکے۔ نیز یہ کہ جس شخص نے کوئی جرم کیا ہے اس کی سزا اسی کو دے اور اس بات کا پورا خیال رکھے کہ کسی جرم کی پاداش میں کوئی بیگناہ نہ پکڑا جائے۔ بادشاہ عادل نہیں تو اس کی سلطنت کا نظام کبھی درست نہیں رہ سکتا۔ اگر لوگوں کی حق تلفی شروع ہوجائے اور بے گناہوں کو سزائیں ہونے لگیں تو ملک میں شدید بے چینی اور بدنظمی پیدا ہوجائے اور ایک آن کیلئے امن وسکون باقی نہ رہے۔ مثلاً سرکاری کاموں کی انجام دہی کیلئے جو تنخواہیں خزانہ عامرہ سے دی جاتی ہیں شاہی قانون کے مطابق ان کے حق دار وہی لوگ ہیں جنہوں نے وہ کام کیے ہوں۔ جن لوگوں نے وہ کام نہیں کیے انہیں کوئی حق نہیں کہ خزانہ عامرہ سے کام کرنے والوں کی تنخواہیں برآمد کرا کے خورد برد کرلیں اور کام کرنے والے منہ تکتے رہ جائیں۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ماسعی نہیں ہے انسان کے مگر وہ جو اس نے کوشش کی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سرکاری کاموں کی انجام دہی کی سعی نہیں کرتے وہ اس کے صلہ اور انعام کے بھی حق دار نہیں ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا کہ مَن عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفسِہٖ جس نے کوئی نیک کام کیا وہ اس کی ذات کیلئے ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی کارکردگی کا صلہ دوسرے لے اڑیں لیکن

یادر ہے کہ حق دار اپنا حق اپنی خوشی سے کسی کے نام منتقل کردے تو یہ قانون اس کو ایسا
کرنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ اگر کوئی سرکاری ملازم اپنی خوشی سے اپنے کسی رشتہ داریا
دوست کے نام منتقل کردے تو اس قانون کی رو سے اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ فرق
صرف اتنا ہے کہ وہ ملازم اپنی تنخواہ خود وصول کرے تو وہ اس کا حق قرار پائے گی اور اس
کی اجازت سے اس کا رشتہ داریا دوست وصول کرے گا تو اس کیلئے ایک قسم کا ہدیہ یا
تحفہ ہوگا۔ ان دونوں آیتوں سے امر اول کی وضاحت ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ
نے امر دوم کو واضح کرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص
دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ یعنی کسی کے جرم میں کسی اور کو نہیں پکڑا جائے گا بلکہ ہر
مجرم اپنے جرم کی سزا خود بھگتے گا۔ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا اور جس نے کوئی برائی کی تو وہ
اسی پر ہے یعنی اس کی برائی کی سزا اسی کو ملے گی۔ دوسرے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔
شاید یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب اپنی نیکی کے بدلے کا دوسرے کی طرف منتقل کرنا اس
قانون کے خلاف نہیں تو پھر اپنی بدی کے بدلے کا دوسرے کی طرف منتقل کرنا بھی
خلاف قانون نہ ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ عادل وحکیم کا قانون عدل و
حکمت کے عین مطابق ہے۔ کسی پر احسان کرنا چونکہ عدل وحکمت کے عین مطابق ہے
اس لئے اپنی نیکی کا ثواب کسی کو پہنچانا قانون ایزدی کے موافق ہے اور اپنی کی ہوئی
برائی کا بدلہ دوسرے کو دلوانا عدل وحکمت کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے قادر مطلق
عادل وحکیم جل مجدہٗ کے قانون میں اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ اس تمہید اور تشریح و
توضیح آیات سے غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک مسلمان کو دوسرے کی نیکی سے
فائدہ پہنچنا آپ کی مروجہ آیات کے خلاف نہیں مزید تفصیل کیلئے عرض ہے کہ جب
قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک
مسلمان کی نیکی کا نفع دوسرے مسلمان کو پہنچتا ہے تو اب اگر آپ کی مرقومہ آیات کا

مطلب بھی لیا جائے کہ کسی کی نیکی کا فائدہ دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا تو اس صورت میں
قرآن وحدیث بھی آپس میں متخالف ہوجائیں گے اور خود قرآن کی آیتیں بھی دوسری
آیتوں سے متعارض ہوجائیں گی اور قرآن پاک کے درمیان تعارض ہونا محال ہے۔
لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کی مرقومہ آیتوں کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ کسی کی نیکیوں کا
ثواب اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ ہاں البتہ وہ
اپنی خوشی سے اپنی نیکی کا ثواب کسی کو منتقل کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی
دوسری آیات بینات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اس تقریر سے آیات قرآنیہ اور قرآن وسنت کے درمیان تطابق بھی ہوجاتا
ہے اور کسی قسم کا کوئی محظور شرعی بھی لازم نہیں آتا۔ آیہ کریمہ ان لیس للانسان الا
ماسعی کے متعلق یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس آیہ میں قانون عدل بیان کیا گیا ہے یعنی
عدل کا تقاضا تو یہی ہے کہ انسان کو اس کی سعی سے زائد کچھ نہ ملے۔ مگر بمقتضائے رحم
ہم نے اس کو اس کی سعی سے زائد بھی عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد فرمایا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ
فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے کوئی نیکی کی تو اس کیلئے اس کی مثال دس نیکیاں ہیں۔
اب دیکھئے کرنے والے نے تو صرف ایک نیکی کی تھی آیہ کریمہ لیس للانسان الا
ماسعی کے مطابق اسے صرف ایک نیکی کا ثواب ملنا چاہیے تھا کیونکہ ایک ہی نیکی اس
کی سعی میں داخل ہے اس سے زائد اس کی سعی نہیں لیکن ثواب دس نیکیوں کا مل رہا
ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک نیکی کرنے والے کو ایک نیکی کا ثواب عدل ہے اور دس نیکیوں کا
ثواب رحم وفضل ہے اور عدل رحم کے منافی نہیں اس لئے انسان کو سعی سے زیادہ ملنا آیہ
کریمہ لیس للانسان الا ماسعی کے معارض نہیں۔ اب رہی آپ کی تیسری
آیت کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ سو یہ آپ کے نظریہ کی تائید سے بہت دور
ہے۔ آپ نے آیہ کریمہ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ہر شخص اپنے عمل میں گرو ہونے کی

وجہ سے اپنے کسی عمل کا ثواب کسی طرف منتقل نہیں کرسکتا کیونکہ اگر وہ اپنے عمل کا بدلہ دوسرے کی طرف منتقل کردے تو وہ خود اپنے عمل کا بدلہ اور اس کے اثرات وعواقب و نتائج سے آزاد ہوگیا۔

آپ کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ مسلمان اپنی نیکی کے ثواب کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کی وجہ سے اپنے ثواب عمل سے خالی اور محروم نہیں ہوگیا بلکہ دوسرے کو ثواب منتقل کرنے کے باوجود بھی اس کو اپنے عمل کا پورا پورا ثواب ملے گا اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ انتقال ثواب کے بعد بھی اپنے کسب میں رہین نہیں۔

اب رہا اس کا دوسرا پہلو اور وہ یہ کہ اگر ایصال ثواب کے ذریعے کسی گنہگار کے عذاب میں تخفیف ہوجائے تو پھر بھی آیہ کریمہ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ کے خلاف ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کے حق میں دعائے استغفار کا جواز اور اس کا مفید ہونا قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں وارد ہے جیسا کہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں تو آپ کے خیال کے مواقف یہ اختلاف پھر بھی باقی رہا۔ اس کا صحیح اور معقول جواب یہی ہوسکتا ہے کہ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کسب وعمل میں رہن ہے جب تک کہ اس کا وہ عمل باقی ہے کیونکہ بعض اوقات کسی برائی کی وجہ سے انسان کا نیک عمل ضائع ہوجاتا ہے اور کبھی نیکیوں کی وجہ سے برائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وہ لوگ وہ ہیں جن کے (نیک) عمل مٹ گئے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔

اب دیکھئے آیہ کریمہ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ میں كُلُّ امْرِئٍ مومن وکافر سب کو شامل ہے اور مَا كَسَبَ نیکی وبدی سب کو عام ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی کافر نے کوئی نیکی کی ہے تو اس میں وہ رہین ہے اور اگر کسی مومن نے کوئی

بدی کی ہے تو وہ اس میں گرو ہے لیکن بعض نیکی کرنے والے حبط اعمال کی وجہ سے اپنی نیکیوں میں رہن نہیں رہے اور بعض برائیاں کرنے والے برائیوں کے ختم ہوجانے کے باعث برائیوں سے آزاد ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ یہ آزادی اور فک رہن آیہ کریمہ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ کے ظاہری معنوی کے بالکل خلاف اور معارض ہے۔

معلوم ہوا کہ آیہ مبارکہ کے یہ معنی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل میں رہین ہے جب تک اس کا وہ عمل عنداللہ باقی ہے اور اگر کسی کا عمل کسی وجہ سے ختم ہوگیا اس کا رہن ہونا بھی باقی نہ رہا۔ مثلاً کافر کی نیکیاں حبط اعمال کی وجہ سے باقی نہ رہیں تو وہ اپنی نیکیوں میں رہن ہونے سے چھوٹ گیا اور اگر کسی مومن کی برائیاں نیکیوں کی وجہ سے اور یا اس کی توبہ کے باعث یا اس وجہ سے کہ مومن نے اپنے عمل سے اس کو فائدہ پہنچایا ہے۔ عام اس سے کہ وہ فائدہ شفاعت کی صورت میں ہو یا دعائے مغفرت کے ضمن میں یا ایصال ثواب کے طور پر (جیسا کہ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ہم ثابت کرچکے ہیں) غرضیکہ کسی وجہ سے بھی جب مومن کی برائیاں ختم ہوگئیں تو اس کا رہن ہونا بھی ختم ہوگیا۔

بعض مفسرین نے ''کل امرئ'' سے کافر مراد لئے ہیں اور بما کسب سے عمل کفر مراد لیا ہے اور آیہ کریمہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کافر اپنے عمل کفر میں گرفتار ہے۔ اس تقسیم کا مبنی وہی آیات واحادیث ہیں جو ہم سابقاً تحریر کرچکے ہیں۔

آپ نے آیہ مبارکہ کا ایک ٹکڑا لکھ دیا پوری آیت ارقام نہیں فرمائی۔ پوری آیت یہ ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی یعنی ان کے پیچھے آئے ہم نے ان کی اولاد کو ان سے ملادیا اور ان کے عمل سے کچھ کم نہ کیا۔ سب آدمی اپنے کئے

میں گرفتار ہیں۔ یعنی نیکوں کی اولاد جوان کے بعد پیدا ہوتی ہے اگر چہ ان کے عملوں میں قصور اور کوتاہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ ایماندار رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آباؤ اجداد کے اعمال صالحہ کے طفیل جنت میں ان کے درجے ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ ملا دے گا اور ان کے آباؤ اجداد کے عملوں سے کچھ کمی نہ کرے گا کیونکہ اگر ان کے عملوں سے کچھ کمی ہو جائے تو جتنی کمی ہوگی اسی قدر وہ اپنے عمل سے محروم ہو جائیں گے حالانکہ ہر شخص اپنے عمل میں گرو ہے۔ پوری آیت۔ اس تشریح سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا اور آپ کے شبہ کی بنیاد منقطع ہو گئی غالباً اس آیت پر اب اس سے زیادہ کلام کرنے کی ضرورت نہیں۔

بحث کو طوالت سے بچانے کیلئے صرف ایک بات پر گفتگو ختم کرتا ہوں کہ اگر آپ کے اس نظریہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ لیس للانسان الا ماسعی کے موافق ہر شخص کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے کیا اس سے زیادہ اس کو کچھ نہیں مل سکتا تو یہ نظریہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بالکل منافی قرار پائے گا کیونکہ فضل کے معنی زیادتی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے فضل کا ذکر بار بار فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کی نیکیوں کے بدلے سے زائد بھی عطا فرماتا ہے جس میں ان کی سعی کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے اعمال صالحہ کا فائدہ پہنچایا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی۔

بنا بریں قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر شخص کو صرف اس کے عمل وسعی کا بدلہ ملنا قانون عدل ہے اور اس سے زائد کا ملنا قانون فضل ہے اور اس طرح یہ بھی ماننا ہوگا کہ ہر شخص کا عمل اس کیلئے دوسرے کیلئے نہیں جب تک وہ اپنی

رضامندی سے اپنے عمل کا فائدہ دوسرے کو پہنچانا نہ چاہے نیز کہ ہر شخص اپنے عمل میں رہن ہے جب تک اس کا وہ عمل باقی ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کا وہ عمل (نیک ہو یا بد) باقی نہیں رہا تو اس کا رہین ہونا بھی ختم ہو گیا۔

مفتی شفیع دیوبندی اور مسئلہ ایصال ثواب

جناب مفتی شفیع جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدہ پر فائز رہے ہیں، ایصال ثواب کے بارے میں تفسیر معارف القرآن میں "وان لیس للانسان الا ما سعی" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے "ایصال ثواب کا مسئلہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے فرائض، ایمان، نماز و روزہ کو ادا کر کے دوسرے کو سبکدوش نہیں کر سکتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص کے نفلی عمل کا کوئی فائدہ اور ثواب دوسرے شخص کو نہ پہنچ سکے۔ ایک شخص کی دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوص شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اس مسئلہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب کسی دوسرے کو بخشا اور پہنچایا جا سکتا ہے یا نہیں، امام شافعی اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت مذکورہ کا مفہوم عام لے کر اس سے استدلال فرماتے ہیں۔ جمہور ائمہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جا سکتا ہے اسی طرح تلاوت قرآن اور ہر نفلی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو بخشا جا سکتا ہے اور وہ اس کو ملے گا۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں کہ مومن کو دوسرے شخص کی طرف سے عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے۔

(معارف القرآن ج ۸ سورۃ النجم آیت ۳۹)

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد اہلحدیث

نواب صدیق حسن بھوپالی کی شخصیت اہلحدیث علماء میں بڑی اہمیت کی حامل ہے انہوں نے جو آیت کریمہ "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ انہی کی زبانی سنیئے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان میں آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجہ سے باطل ہے۔

۱) ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا۔

۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ میدان محشر میں پہلے حساب کیلئے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کیلئے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا۔

۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔

۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گنہگاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا۔

۶) چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۷) ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا:

وکان ابوھما صالحا ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔

۸) آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کئے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔

۹) نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے ولی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے۔

۱۰) دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہوا حج اور نذر مانا ہوا روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

۱۱) گیارھویں وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ ابوقتادہ نے اس کا قرض ادا کردیا اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہو۔

۱۲) بارھویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے۔

۱۳) تیرھویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔

۱۴) چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کردیں تو وہ بری ہو جاتا ہے۔

۱۵) پندرھویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔

۱۶) سولھویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔

۱۷) سترھویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کیلئے استغفار کرنا عمل غیر کا نفع ہے۔

۱۸) اٹھارھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم "جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہیں ہوگا۔

۱۹) اور فرمایا لولا رجال مومنون ونساء مومنات اور فرمایا: لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض "اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بروں سے عذاب نہ ٹالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے" اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۲۰) بیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔

۲۱) اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو ہو جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتاب، سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی کا نقطہ نظر

تفہیم القرآن ج ۵ سورہ النجم کی آیات کی تشریح میں "وان لیس للانسان الا ماسعی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس ارشاد سے بھی تین اہم اصول نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی پائے گا اپنے عمل کا ہی پھل پائے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرا نہیں پا سکتا، الا یہ کہ اس عمل میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص سعی عمل کے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔

ان تین اصولوں کو بعض لوگ دنیا کے معاشی معاملات پر غلط طریقے سے منطبق کر کے ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی محنت کی کمائی کے سوا کسی چیز کا جائز

مالک نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات قرآن مجید ہی کے دیے ہوئے متعدد قوانین اور احکام سے ٹکراتی ہے۔ مثلاً قانون وراثت، جس کی رو سے ایک شخص کے ترکے میں سے بہت سے افراد حصہ پاتے ہیں اور اس کے جائز وارث قرار پاتے ہیں درانحالیکہ یہ میراث ان کی اپنی محنت کی کمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک شیر خوار بچے کے متعلق تو کسی کھینچ تان سے بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں اس کی محنت کا بھی کوئی حصہ تھا۔ اسی طرح احکام زکوٰۃ و صدقات، جن کی رو سے ایک آدمی کا مال دوسروں کو محض ان کے شرعی و اخلاقی استحقاق کی بنا پر ملتا ہے اور اس کے جائز مالک ہوتے ہیں، حالانکہ اس مال کے پیدا کرنے میں ان کی محنت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کی کسی ایک آیت کو لے کر اس سے ایسے نتائج نکالنا جو خود قرآن کریم ہی کی دوسری تعلیمات سے متصادم ہوتے ہوں، قرآن کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

بعض دوسرے لوگ ان اصولوں کو آخرت سے متعلق مان کر یہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ آیا ان اصولوں کی رو سے ایک شخص کا عمل دوسرے شخص کیلئے کسی صورت میں بھی نافع ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایک شخص اگر دوسرے شخص کیلئے یا اس کے بدلے کوئی عمل کرے تو وہ اس کی طرف سے قبول کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے عمل کے اجر کو دوسرے کی طرف منتقل کر سکے؟ ان سوالات کا جواب اگر نفی میں ہو تو ایصال ثواب اور حج بدل وغیرہ سب ناجائز ہو جاتے ہیں، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار بھی بے معنی ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ دعا بھی اس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جائے۔ مگر یہ انتہائی نقطہ نظر معتزلہ کے سوا اہل اسلام میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا ہے۔ صرف وہ اس آیت کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ایک شخص کی سعی دوسرے کیلئے کسی حال میں بھی نافع نہیں ہو سکتی۔ بخلاف اس کے اہلسنت ایک شخص کیلئے دوسرے کی دعا کے نافع ہونے کو تو بالاتفاق مانتے ہیں، کیونکہ وہ قرآن سے ثابت ہے،

البتہ ایصال ثواب اور نیابۃً دوسرے کی طرف سے کسی نیک کام کے نافع ہونے میں ان کے درمیان اصولاً نہیں بلکہ صرف تفصیلات میں اختلاف ہے۔

۱) ایصال ثواب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی نیک عمل کر کے اللہ سے دعا کرے کہ اس کا اجر و ثواب کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیا جائے۔ اس مسئلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات، مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا، البتہ مالی عبادات، مثلاً صدقہ یا مالی و بدنی مرکب عبادات، مثلاً حج کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے؟ کیونکہ اصل یہ ہے کہ ایک شخص کا عمل دوسرے کیلئے نافع نہ ہو، مگر چونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے صدقہ کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے اور حج بدل بھی کیا جا سکتا ہے، اس لئے ہم اسی نوعیت کی عبادات تک ایصال ثواب کی صحت تسلیم کرتے ہیں، بخلاف اس کے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ انسان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن پاک یا ذکر یا صدقہ یا حج وغیرہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے بجائے فلاں شخص کو دے دی جائے، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کر سکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔ اس میں بعض اقسام کی نیکیوں کو مستثنیٰ کرنے اور بعض دوسری اقسام کی نیکیوں تک اسے محدود رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ یہی بات بکثرت احادیث سے بھی ثابت ہے۔

بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی (فی الاوسط) مستدرک اور ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابورافع، حضرت ابوطلحہ انصاری اور حذیفہ بن اسید الغفاری کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے لے کر ایک اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کیا اور دوسرا اپنی

ت کی طرف سے۔

مسلم، بخاری، مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کیلئے کہتی۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کیلئے اجر ہے؟ فرمایا ہاں!

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کر لیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو وہ ان کیلئے نافع ہوگا۔

مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کیلئے نافع بتایا ہے۔

دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا ہوں، ان کے مرنے کے بعد کیسے کروں؟

فرمایا "یہ بھی ان کی خدمت ہی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد تو اپنی نماز کے ساتھ ان
کیلئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کیلئے بھی روزے رکھے"۔

ایک دوسری روایت دار قطنی میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا
جس شخص کا قبرستان پر گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اس کا اجر مرنے
والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا ہی اجر عطا کر دیا جائے گا۔

یہ کثیر روایات جو ایک دوسری کی تائید کر رہی ہیں' اس امر کی تصریح کرتی ہیں
کہ ایصال ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا
ایصال ہو سکتا ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کی تخصیص نہیں ہے۔ مگر اس سلسلے میں دو
باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔

ایک یہ کہ ایصال اسی عمل کے ثواب کا ہو سکتا ہے جو خالصتاً اللہ کیلئے اور قواعد
شریعت کے مطابق کیا گیا ہو' ورنہ ظاہر ہے کہ غیر اللہ کیلئے یا شریعت کے خلاف جو عمل
کیا جائے اس پر خود عمل کرنے والے ہی کو کسی قسم کا ثواب نہیں مل سکتا' کجا کہ وہ کسی
دوسرے کی طرف منتقل ہو سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں صالحین کی حیثیت سے مہمان
ہیں ان کو تو ثواب کا ہدیہ یقیناً پہنچے گا مگر جو وہاں مجرم کی حیثیت سے حوالات میں بند ہیں
انہیں کوئی ثواب پہنچنا متوقع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو ہدیہ تو پہنچ سکتا ہے' مگر
امید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔ اس کیلئے اگر کوئی شخص کسی غلط فہمی کی بنا پر
ایصال ثواب کرے گا تو اس کا ثواب ضائع نہ ہوگا بلکہ مجرم کو پہنچنے کی بجائے اصل عامل
ہی کی طرف پلٹ آئے گا۔ جیسے منی آرڈر اگر مرسل الیہ کو نہ پہنچے تو مرسل کو واپس مل
جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایصال ثواب تو ممکن ہے مگر ایصال عذاب ممکن نہیں

ہے۔ یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ آدمی نیکی کر کے کسی دوسرے کیلئے اجر بخش دے اور وہ اس
کو پہنچ جائے' مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی گناہ کر کے اس کا عذاب کسی کو بخشے اور وہ اسے
پہنچ جائے۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ نیک عمل کے دو فائدے ہیں۔ ایک اس کے وہ نتائج
جو عمل کرنے والے کی اپنی روح اور اس کے اخلاق پر مرتب ہوتے ہیں اور جن کی بنا پر
وہ اللہ کے ہاں بھی جزا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا وہ اجر جو اللہ تعالیٰ بطور انعام
اسے دیتا ہے۔ ایصال ثواب کا تعلق پہلی چیز سے نہیں ہے بلکہ صرف دوسری چیز سے
ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص ورزش کر کے کشتی کے فن میں مہارت حاصل
کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے جو طاقت اور مہارت اس میں پیدا ہوتی ہے وہ
بہر حال اس کی ذات ہی کیلئے مخصوص ہے۔ دوسرے کی طرف وہ منتقل نہیں ہو سکتی۔ اسی
طرح اگر وہ کسی دربار کا ملازم ہے اور پہلوان کی حیثیت سے اس کیلئے ایک تنخواہ مقرر
ہے تو وہ بھی اسی کو ملے گی' کسی اور کو نہ دے دی جائے گی۔ البتہ جو انعامات اس کی
کارکردگی پر خوش ہو کر اس کا سرپرست اسے دے اس کے حق میں وہ درخواست کر سکتا
ہے کہ وہ اس کے استاد یا ماں باپ یا دوسرے محسنوں کو اس کی طرف سے دے دیئے
جائیں۔ ایسا ہی معاملہ اعمال حسنہ کا ہے کہ ان کے روحانی فوائد قابل انتقال نہیں ہیں
اور ان کی جزا بھی کسی کو منتقل نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کے اجر و ثواب کے متعلق وہ اللہ تعالیٰ
سے دعا کر سکتا ہے کہ وہ اس کے کسی عزیز یا اس کے کسی محسن کو عطا کر دیا جائے۔ اسی
لئے اس کو ایصال جزا نہیں بلکہ ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔

۲) ایک شخص کی سعی کے کسی اور شخص کیلئے نافع ہونے کی دوسری شکل یہ ہے کہ
آدمی یا تو دوسرے کی خواہش اور ایماء کی بنا پر اس کیلئے کوئی نیک عمل کرے' یا اس کی
خواہش اور ایماء کے بغیر اس کی طرف سے کوئی ایسا عمل کرے جو در اصل واجب تو اس

کے ذمہ تھا مگر وہ خود اسے ادا نہ کر سکا۔ اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک خالص بدنی' جیسے نماز' دوسری خالص مالی' جیسے زکوٰۃ اور تیسری مالی و بدنی مرکب' جیسے حج' ان میں سے پہلی قسم میں نیابت نہیں چل سکتی' مثلاً ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص نیابتہً نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسری قسم میں نیابت ہو سکتی ہے' مثلاً بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر دے سکتا ہے۔ تیسری قسم میں نیابت صرف اس حالت میں ہو سکتی ہے جبکہ اصل شخص' جس کی طرف سے کوئی فعل کیا جا رہا ہو اپنا فریضہ خود ادا کرنے سے عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر عاجز ہو' مثلاً حج بدل ایسے شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے جو خود حج کیلئے جانے پر قادر نہ ہو اور نہ یہ امید ہو کہ وہ کبھی اس کے قابل ہو سکے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ البتہ امام مالک حج بدل کیلئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر باپ نے وصیت کی ہو کہ اس کا بیٹا اس کے بعد اس کی طرف سے حج کرے تو وہ حج بدل کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر احادیث اس معاملہ میں بالکل صاف ہیں کہ باپ کا ایما یا وصیت ہو یا نہ ہو' بیٹا اس کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضہ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے' اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا فحجی عنہ ''تو اس کی طرف سے تو حج کر لے'' (بخاری' مسلم' احمد' ترمذی' نسائی)

قریب قریب اسی مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے۔

(احمد' ترمذی)

حضرت عبداللہ بن زبیر قبیلہ خثعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے بھی اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تو

اس کا سب سے بڑا لڑکا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: ارایت لو کان علی ابیک دین فقضیتہ عنہ اکان یجزی ذلک عنہ؟ تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے باپ پر قرض ہو اور تو اس کو ادا کر دے تو وہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: فاحجج عنہ ''بس اسی طرح تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے''۔ (احمد' نسائی)

ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے آ کر عرض کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گئی' اب کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ''تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہ کر سکتی تھی؟ اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں''۔ (بخاری' نسائی)

بخاری اور مسند احمد میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرد نے آ کر اپنی بہن کے بارے میں وہی سوال کیا جو اوپر مذکور ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو بھی یہی جواب دیا۔

ان روایات سے مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیابت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

رہیں خالص بدنی عبادات تو بعض احادیث ایسی ہیں جن سے اس نوعیت کی عبادات میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا ''میری ماں نے روزے کی نذر مانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مر گئی' کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کی طرف سے روزہ رکھ لے''۔ (بخاری' مسلم' احمد' نسائی' ابوداؤد) اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ اس کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے' کیا میں یہ

روزے ادا کروں؟ آپ ﷺ نے اس کو بھی اس کی اجازت دے دی۔ (مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ "جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی وہ روزے رکھ لے"۔ بخاری، مسلم، احمد، بزار کی روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ فلیصم عنہ ولیہ ان شاء یعنی اس کا ولی اگر چاہے تو اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لے) انہی احادیث کی بنا پر اصحاب الحدیث اور امام اوزاعی اور ظاہریہ اس کے قائل ہیں کہ بدنی عبادات میں بھی نیابت جائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی اور امام زید بن علی کا فتویٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا اور امام احمد، امام لیث اور اسحاق بن راہو یہ کہتے ہیں کہ صرف اس صورت میں ایسا کیا جاسکتا ہے جبکہ مرنے والے نے اس کی نذر مانی ہو اور وہ اسے پورا نہ کرسکا ہو۔ مانعین کا استدلال یہ ہے کہ جن احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے ان کے راویوں نے خود اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نسائی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ لا یصل احد عن احد ولا یصم احد عن احد کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ عبدالرزاق کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لا تصوموا عن موتاکم واطعموا عنہم "اپنے مردوں کی طرف سے روزہ نہ رکھو بلکہ کھانا کھلاؤ"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی عبدالرزاق نے یہی بات نقل کی ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بدنی عبادات میں نیابت کی اجازت تھی، مگر آخری حکم یہی قرار پایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ احادیث نقل کی ہیں وہ خود ان کے خلاف فتویٰ دیتے۔ (تفہیم القرآن)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ حکم صحف موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام میں بھی موجود تھا اور شریعت اسلامیہ میں بھی یہ قانون باقی ہے، لیکن بعض کج فہموں نے اس آیت کو ایسے معانی پہنائے ہیں جن سے متعدد دوسری آیات کی تردید اور تکذیب ہوتی ہے اس لئے ہمیں بڑے اطمینان سے ان باطل معانی کا جائزہ لینا چاہیے اور اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ طریقہ کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہ ایک آیت کی ایسی من مانی تشریح کی جائے جس سے متعدد آیات کی تغلیط ہوتی ہو۔

اشراکی ذہنیت رکھنے والے جو محنت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ

ہر انسان صرف اسی چیز کا حق دار ہے جو اس نے اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کی ہو اور اپنے اس نظریے کو قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہمیں ان سے کسی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ ہر شخص اپنی پسند کے مطابق جس نظریے کو چاہے اپنائے۔ ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے، لیکن اپنے من گھڑت نظریات کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا، ایک ایسی زیادتی ہے جس پر خاموش رہنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ ہم ان صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی متعدد آیات میں میراث کے احکام مذکور نہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اولاد کو جو جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ورثہ میں ملتی ہے، کیا اس میں ان کی محنت اور کوشش کا کوئی دخل تھا۔ ایسی جائیداد کا قرآن کریم نے انہیں کامل مالک ٹھہرایا ہے، خصوصاً بچیاں یا شیر خوار بچے جنہوں نے کسی طرح بھی اس جائیداد کے بنانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، وہ

بھی وارث ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ' صدقات جب کوئی شخص کسی مستحق کو دیتا ہے تو مستحق اس کا کامل مالک بن جاتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے' حالانکہ اس نے اس مال کے کمانے میں ایک قدم تک نہیں اٹھایا۔ آیت کا یہ خود ساختہ مفہوم اختیار کر کے کیا یہ لوگ ان صدہا آیات پر قلم تنسیخ پھیر دیں گے جن میں میراث' وصیت' زکوٰۃ' صدقات اور ہبہ کے احکام مذکور ہیں۔

ان اشتراکی اذہان کے علاوہ ایک اور فرقہ گزرا ہے جو تاریخ اسلام میں معتزلہ کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی کے عمل کا ثواب کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو انہی اعمال کا اجر ملے گا جو اس نے خود کئے ہیں' کیونکہ قرآن کریم کی اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ۔

ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی کا عمل کسی کیلئے نفع بخش نہیں ہے تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مسلمانوں کیلئے استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور متعدد آیات میں یہ جتایا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کئی ایسی آیتیں ہیں جن میں انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے والدین' اپنی اولاد اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے بخشش کی دعائیں مانگی ہیں۔ اگر استغفار اور دعاؤں کا میت کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو پھر ان لاحاصل کاموں میں انبیاء اور ملائکہ کیوں وقت ضائع کرتے رہے اور ہمیں مسلمان بھائیوں کیلئے دعائے مغفرت کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ ساری امت مسلمہ نماز جنازہ ادا کرتی ہے۔ اس میں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں۔ یہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہے۔ اگر یہ بے سود اور لاحاصل ہے تو اس تکلف کو بجالانے کا اسلام نے کیوں حکم دیا۔ معتزلہ کے اس مفہوم کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو قرآن کریم کی کثیر التعداد آیتیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں' اس لئے امت کا اجماع اس بات پر ہے

کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب اپنے والدین اور دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اصولی طور پر تو تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

حضور پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے سلسلے میں چند احادیث بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

کثرت سے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پھر اس کا انکار کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا' لیکن آیت کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم۔

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتی رہی تو ہم (مدارج اور مراتب میں) ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی نیکیاں اولاد کے مراتب کو بلند کر دیتی ہیں۔ بعض نے اس آیت کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہاں الانسان سے مراد کافر ہے کہ کفار کو کسی کی نیکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں' لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو الجھن خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب سے صرف اس شخص کو نفع پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو۔ جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اسے قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچتا' تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اعمال صالحہ جن کا ثواب ایک مومن کو پہنچایا جا رہا ہے در حقیقت اس کے ایمان کے درخت کا پھل ہیں اور ایمان کا درخت اس شخص کی اپنی سعی کا نتیجہ ہے تو گویا یہ ساری چیزیں اس کی ذاتی کوشش میں شمار ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کے درخت کی اعمال صالحہ سے آبیاری کرتے رہتے ہیں اور گناہوں کی ژالہ باری سے اس کو بچائے رکھتے ہیں' ان پر پھل بھی زیادہ

لگتا ہے اور لوگ کثرت سے ان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے والوں کا ہجوم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان مقبول ترین بندوں نے ایمان کا جو درخت لگایا اور عمر بھر اپنے گریہ سحری سے اسے سینچتے رہے اس کی بہار اور اس کا جوبن قابل دید ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

مثل كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء توتى اكلها كل حين باذن ربها.

کہ کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں پاتال تک چلی گئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ درخت ہر لحظہ پھل دے رہا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۵)

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تحقیق

جب کوئی شخص کسی کیلئے ایصال ثواب کی نیت کرتا ہے تو لازماً اس کے ذہن میں جس کیلئے ایصال ثواب کرنا مقصود ہو تو اس کا خیال بھی آتا ہے۔ اور ایصال ثواب کیلئے اس کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ عموماً ہمارے ہاں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

غلہ، لباس، نقدی وغیرہ کسی مستحق کو دی جاتی ہے۔ کسی مدرسہ، مسجد، ہسپتال یا کسی بھی فلاحی کام میں تعاون کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ درود شریف یا اوراد و وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ بعض اوقات محفل ذکر یا محفل نعت، محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس محفل میں اعزاء و اقرباء، دوست و احباب اور محلہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے، کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی طور پر پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے کبھی بغیر کھانے کے اور کبھی کھانا پکا کر حاضرین کو کھلا دیا جاتا ہے۔ ان تمام امور کیلئے پہلے سے نیت ہوتی ہے کہ یہ فلاں کے ایصال ثواب کیلئے اہتمام کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اکثر دیہاتوں میں اولیاء کرام سے محبت کرنے والے لوگ بزرگوں کے ایصال ثواب کیلئے مرغا، بکری، بھیڑ اور گائے وغیرہ پالتے ہیں اور جب وہ خوب فربہ ہو جائیں تو ایصال ثواب کی نیت سے انہیں ذبح کر کے گوشت یا تو تقسیم کر دیتے ہیں یا انہیں پکا کر لوگوں کو کھلا دیتے ہیں اور باقاعدہ ان جانوروں کو جنہیں ایصال ثواب

کیلئے منتخب کیا ہوتا ہے یہ نام دیتے ہیں کہ

یہ جانور فلاں بزرگ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔ یہ خواجہ معین الدین یا حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔

اسی طرح بعض لوگ فاتحہ دلاتے ہیں اور اس سلسلے میں بھی اسی طرح ہی نام لیا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے۔ کوئی کپڑے غلہ یا نقدی کسی مستحق کو دے تو بھی یہی نیت ہوتی ہے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ ایصال ثواب امت مسلمہ کا ایک متفقہ مسئلہ ہے جیسا کہ آپ کثیر دلائل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اختلاف کی ایک صورت

بعض لوگ مسروراً یا مجبوراً ایصال ثواب کو تو جائز سمجھتے ہیں مگر اس کے طریقہ کار میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ ایصال ثواب تو ٹھیک ہے مگر ان کا نام لینا جائز نہیں ہے' کیونکہ کسی کا نام لینے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ حرام اس لئے ہوتی ہے کہ اس پر غیر اللہ (یعنی اللہ کے سوا کسی اور) کا نام آ جاتا ہے۔ منکرین کا کہنا یہ ہے کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آ جائے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ ۱۷۳)

اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو (حرام ہے)

یہ ترجمہ وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی چیز پر غیر اللہ کے نام آنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پہ وہ ایصال ثواب کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

حقیقت حال

آیئے ہم جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے یہ استدلال درست ہے کہ کسی چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آ جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام آ جائے اور وہ حرام قرار پائے تو دنیا کے اندر بیشمار چیزیں حرام قرار پائیں گی جسے کوئی بھی حرام نہیں سمجھتا۔ مثلاً

۱) قرآن کریم کی سورتیں

بہت سی ایسی سورتیں ہیں جن کا نام غیر اللہ کے نام پہ رکھا گیا۔

سورہ البقرۃ۔ آل عمران۔ النسآء۔ المائدہ۔ یونس۔ ھود۔ ابراہیم۔ النحل۔ بنی اسرائیل۔ الکھف۔ مریم۔ النمل۔ العنکبوت۔ الدخان۔ محمد۔ القمر۔ الحدید۔ الجمعہ۔ الطلاق۔ نوح وغیرہ۔

اللہ کے کلام پر غیر اللہ کا نام آیا لیکن پھر بھی یہ کلام مقدس ہے پاک ہے سورتوں کا نام غیر اللہ کے نام آنے سے حرام نہیں ہوا۔

۲) مساجد کے نام

مسجد نبوی ﷺ۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد قباء۔ مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ مسجد عمر رضی اللہ عنہ۔ مسجد عثمان رضی اللہ عنہ۔ مسجد علی رضی اللہ عنہ۔ مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ مسجد بلال رضی اللہ عنہ۔ مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

مساجد جو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر بہترین مقامات ہیں ان پر بھی غیر اللہ کا نام آتا ہے۔

نماز اور روزہ والے کا نام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ دَاوٗدَ۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب روزوں سے محبوب داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔

اَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی اللّٰہِ صَلٰوۃُ دَاوٗدَ۔ (بخاری ج ا ص ۴۸۶)

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب نمازوں سے محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔

روزہ اور نماز جو کہ بہت اعلیٰ ترین عبادت ہے اور کھانے پینے کی چیزوں سے کئی درجے بہتر ہے ان پر بھی غیر اللہ (یعنی داؤد علیہ السلام) کا نام آیا ہے۔

۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

صحابیٔ رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر کہا کہ

ھٰذہٖ لام سعد۔

یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد عشار میں نوافل ادا کرنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ وہ کہے۔

یہ ابوہریرہ کیلئے ہے۔

دیکھئے یہاں کنویں پر غیر اللہ (ام سعد) کا نام آیا لیکن اس وجہ سے اس کا پانی پینا حرام نہیں ہوا۔ اور اسی طرح نوافل ابوہریرہ کیلئے کہنے سے حرام نہ ہوئے۔

۵) کتب احادیث

احادیث کی تمام کتابوں پر بھی غیر اللہ کا نام آتا ہے مثلاً

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، بیہقی، دار قطنی، دارمی وغیرہ۔

اسی طرح کتب فقہ کا نام بھی غیر اللہ کے نام پہ رکھا جاتا ہے۔

۶) عورتوں کا نام

عورتوں پر بھی غیر اللہ کا نام ہی آتا ہے۔ کبھی کسی نے اللہ کی بیوی نہیں کہا۔ بلکہ نبی کی بیوی، صحابی کی بیوی، امام کی بیوی، کسان کی بیوی، مزدور کی بیوی، یعنی عورت کو غیر اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بچوں کو ان کے باپوں سے نسبت دی جاتی ہے۔ ماں کو بچوں کی ماں کہا جاتا ہے اور اسی طرح دیگر رشتے ناطے بھی غیر اللہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

۷) عام اشیاء

ضرورت زندگی کی جتنی بھی اشیاء ہیں انہیں بھی غیر اللہ سے نسبت ہوتی ہے مثلاً حمزہ کی زمین، حسان کا مکان، غفران کی دکان، عثمان کی گائے، محسن کی بکری، سکندر کی بھینس، میر کی گاڑی، زین کی ٹوپی۔

لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی محض غیر اللہ کا نام آنے سے حرام نہیں ہو جاتی۔

جو حرام سمجھتے ہیں

اس آیت مبارکہ کی تفسیر و تشریح سے پہلے وہ لوگ اچھی طرح جان لیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ

"جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آجائے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے"۔

ان کیلئے بیشمار حلال چیزیں حرام ہوں گی۔ مثلاً

والد، والدہ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، شوہر، بیوی، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، خالہ اور جتنے بھی رشتے ناطے ہیں سب حرام قرار پائیں گے۔ کیونکہ ان سب پر غیر اللہ کا نام آتا ہے۔ اسی طرح رہائش کیلئے مکان اور کھانے پینے کی تمام چیزیں بھی حرام قرار پائیں گی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ

یہ ترجمہ اور اس کے عاملین و موافقین تو غلط ہو سکتے ہیں مگر یہ ساری چیزیں حرام نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی اس کی آڑ میں ایصال ثواب کی چیزوں کو حرام کہا جا سکتا ہے۔ اور اس ترجمے کی آڑ میں جو کوئی بھی حاشیہ آرائی کرتا ہے یقیناً وہ غلط ہوگا۔ اسلاف میں سے کسی نے بھی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں نہ ایصال ثواب کو غلط کہا اور نہ ہی بے بنیاد و بے سروپا تفسیر بیان کی ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی صحیح تفسیر

اس آیت مبارکہ کے غلط ترجمہ کرنے کے نقصانات کی وضاحت کے بعد اب اس کا صحیح ترجمہ اور اس کی وضاحت اکابرین اسلام کی تفاسیر کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ یہ آیت مبارکہ قرآن کریم میں چار مقامات میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں بیان فرمایا۔

۱) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (البقرہ:۱۷۳)

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

۲) وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (المائدہ:۳)

اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

۳) اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (الانعام:۱۴۵)

جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

۴) وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (النحل:۱۱۵)

اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

ان تمام آیات مبارکہ کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ ترجمہ امام اہلسنت مجدد دین وملت پروانۂ شمع رسالت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اصل مسئلہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام پکارے۔ چاہے وہ نام کسی نبی کا ہو یا ولی کا مسلمان کا ہو یا کافر و مشرک کا۔ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ شریعت کے اصول کے منافی ذبح ہوا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلے جو ترجمہ بزبان فارسی کیا گیا وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ علماء اہلحدیث اور علماء دیوبند کی مسلمہ شخصیت ہیں۔ آپ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا"

اور وہ (جانور) جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر خدا کا نام۔

چاروں مقامات پر شاہ صاحب نے لفظی ترجمہ میں وقت ذبح کی قید کو ملحوظ رکھا ہے۔ جس سے کسی قسم کی نفس مسئلہ میں کوئی پیچیدگی واقع نہیں ہوئی اور یہ اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح ذبح سے قبل یا ذبح کے بعد کسی کے نام سے موسوم کرنے سے جانور حرام نہیں ہوتا۔ اس کیلئے تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

مسلمہ اکابرین کی تفاسیر

اس آیت مبارکہ کی تفاسیر کے متعلق تمام مفسرین کرام نے وہی موقف اپنایا ہے جس کا ابھی میں نے ذکر کیا۔ اور جو موقف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا ہے۔ بعض مفسرین کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

۱) سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

صحابی رسول مفسر اوّل، تلمیذ مصطفیٰ ﷺ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان چاروں مقامات پر جو تفسیر بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

آپ نے فرمایا:

مَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اِسْمِ اللّٰہِ عَمَدًا لِلْاَصْنَامِ۔ (تفسیر ابن عباس)

اور (وہ جانور حرام ہے) جو اللہ کے نام کے سوا بتوں کیلئے عمداً ذبح کیا جائے۔

۲) امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر خازن میں امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یَعْنِیْ مَا ذُبِحَ علی غیر اسم اللہ۔ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۹۴ مطبوعہ مصر)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور نام پر ذبح کیا جائے۔

دوسرے مقام پہ فرماتے ہیں۔

وہ جانور جس کے ذبح کرنے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ یہ ہے کہ عرب جاہلیت میں ذبح کرنے کے وقت اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس کو حرام کر دیا۔

۳) امام ابو محمد الحسین بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور مفسر و محدث امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وما اھل بہ لغیر اللہ۔ یعنی جو بتوں اور طاغوتوں کیلئے ذبح ہوا اور اصل میں (اہلال آواز بلند کرنا ہے اور کفار کا معمول تھا۔ جب جانور ذبح کرتے تو اپنے معبودان باطلہ کی شان ظاہر کرنے کیلئے انہی کے نام کے ساتھ ذبح کرتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۴۰ حاشیہ خازن)

ابن تیمیہ کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معالم التنزیل کے متعلق ابن تیمیہ نے یہ رائے دی ہے کہ امام بغوی کی تفسیر ثعلبی کا اختصار ہے لیکن یہ موضوع حدیثوں اور بدعتی آراء سے محفوظ ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱۳ ص ۳۵۴)

۴) امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ ذکر کیا جائے اور وہ مجوسی کا اور بت پرست کا ذبح کیا ہوا ہے۔ کیونکہ بت پرست ذبح کرتے ہیں بتوں کیلئے اور مجوسی ذبح کرتے ہیں آگ کیلئے اور معطلہ کسی چیز کا اعتقاد نہیں رکھتے وہ ذبح کرتے ہیں اپنے لئے اور علماء کا اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں جس کو مجوسی آگ کیلئے اور بت پرست بت کیلئے ذبح کرے نہ کھایا جائے اور نہ کھلایا جائے ان دونوں کا ذبیحہ۔

(تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۲۴ مطبوعہ بیروت)

۵) علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیرات احمدیہ میں علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وما اھل بہ لغیر اللہ۔ کے معنی یہ ہیں کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو مثلاً لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو اگر تنہا غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عطف کر کے دوسرے کا نام ذکر کیا اس طرح باسم اللہ ومحمد رسول اللہ کہا اور لفظ محمد کے جر یعنی زیر کے ساتھ عطف کرے تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر نام خدا کے ساتھ ملا کر دوسرے کا نام بغیر عطف کے ذکر کیا مثلاً یہ کیا باسم اللہ محمد رسول اللہ تو مکروہ ہے حرام نہیں اور اگر غیر کا جدا ذکر کیا اس طرح کہ بسم اللہ کہنے سے پہلے اور جانور کو لٹانے سے قبل یا اس کے بعد غیر کا نام لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ۔ (تفسیرات احمدیہ ص۴۰)

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کیلئے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے وہ حلال طیب ہے اس لئے کہ اس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ وہ ان کیلئے نذر کرتے ہوں۔

۶) صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ

صدر الافاضل علامہ حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان علی کنز الایمان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر ذبح فقط اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا

کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا یا جن اولیاء کیلئے ایصال ثواب منظور ہے۔ ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔

(خزائن العرفان علی کنز الایمان)

۷) پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(وما اھل بہ لغیر اللہ) میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے "اور وہ جانور جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام" میں نے اس ترجمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ کا اتباع کیا ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت چار بار آئی ہے اور ہر جگہ حضرت شاہ صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے اور مَآ اُھِلَّ کے لفظی ترجمہ میں "وقت ذبح" کی قید کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً آپ نے اس آیت کا ترجمہ "وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا" کے الفاظ سے کیا ہے۔ (فتح الرحمن) اور مفسرین کرام نے اس آیت کا یہی معنی بیان فرمایا ہے۔ میں ابوبکر جصاص کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"ولا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحۃ اذا اھل بھا لغیر اللہ عند الذبح"

یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

(مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہوں تفاسیر قرطبی، مظہری، بیضاوی، روح المعانی، ابن کثیر، کبیر وغیرہا) بعض لوگ ان چیزوں کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جن پر کسی ولی یا نبی کا نام لے دیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جائے کیونکہ اس طرح مشرکین کے مشرکانہ عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کے نام لے دیا

کرتے تھے۔ لیکن اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین کے عمل سے ظاہری یا باطنی صوری یا معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں۔ کفار جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر ان کے گلے پر چھری پھیرتے وہ کہتے باسمِ الات والعزّی۔ لات اور عزیٰ کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں اور مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی۔ نیز کفار ان جانوروں کو ذبح کرتے تو ان بتوں کی عبادت کی نیت سے ان کی جان تلف کرتے، کسی کو ثواب پہنچانا مقصود نہ ہوتا اور مسلمان کسی غیر خدا کی عبادت کی نیت سے یا کسی کی خاطر ان کی جان تلف نہیں کرتے بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے کے بعد فقراء اور عام مسلمان کھائیں گے۔ اور اس کا جو ثواب ہوگا وہ فلاں صاحب کی روح کو پہنچے۔ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے عمل اور مشرکین کے طریقہ میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ ہاں اگر کوئی ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لے یا کسی غیر خدا کی عبادت کیلئے کسی جانور کی جان تلف کرے تو اس چیز کے حرام ہونے اور ایسا کرنے والے کے مشرک و مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں اگر مقصد صرف ایصالِ ثواب ہو جیسے ہر کلمہ گو کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تاویلات سے حرام کہنا اور مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دیتے چلے جانا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

۸) شاہ عبدالقادر دہلوی

شاہ عبدالقادر دہلوی نے تفسیر "موضح القرآن" تحریر کی۔ جسے علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث نے بہت سراہا ہے۔ خصوصاً اہلحدیث عالم دین میر ابراہیم سیالکوٹی اور نواب صدیق حسن بھوپالی نے اسے نافع ترمانا ہے۔

(تاریخ اہلحدیث ص ۴۱۹، القالۃ المفسیہ)

شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں۔

اور وہ جانور جس پر آواز نکالی جاوے سوائے خدا کے اس کے ذبح کرنے کے وقت یعنی بتوں کے نام جو ذبح کریں۔ (تفسیر موضح القرآن)

۹) مولوی نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

غیر مقلدین اہلحدیث حضرات کے مجتہد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی عربی تفسیر فتح البیان میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وما اهل به لغير الله يعنى ما ذُبح للاصنام والطواغيت وصحيح فى الذبح لغير الله۔ (تفسیر فتح البیان عربی ج ۱ ص ۲۲۲)

وما اهل به لغير الله یعنی جو اصنام اور طاغوتوں کیلئے ذبح کیا جائے اور درست یہ ہے غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا۔

۱۰) مولوی وحید الزمان

مسلک اہلحدیث کی مقتدر شخصیت جس نے صحاح ستہ کی تمام کتب کا ترجمہ بھی کیا ہے اور قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مولوی وحید الزمان صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا۔

وما اهل به لغير الله۔ مخصوص حیوان کے ساتھ خاص ہے پھر اس میں اختلاف ہوا اور بعض حضرات نے کہا اس سے مراد ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام اس پر پکارنا ہے پس اگر حیوان پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے جسے کہا جاتا ہے کہ سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ صدر الدین کا مرغا...... پھر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پس وہ حلال ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۳۹)

اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے میں نے دس تفاسیر کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے

علاوہ دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تفاسیر میں بھی انہی سے ملتا جلتا عنوان اور وضاحت ملے گی۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

(۱۱) تفسیر روح البیان (۱۲) تفسیر مدارک (۱۳) تفسیر روح المعانی (۱۴) تفسیر ابن جریر (۱۵) تفسیر ابوسعود (۱۶) تفسیر کبیر (۱۷) تفسیر جلالین (۱۸) تفسیر بیضاوی (۱۹) تفسیر درمنثور (۲۰) تفسیر سراج المنیر (۲۱) تفسیر بحرالمحیط (۲۲) تفسیر مظہری (۲۳) تفسیر مراغی (۲۴) تفسیر کشاف (۲۵) تفسیر احکام القرآن (۲۶) تفسیر ابن کثیر (۲۷) تفسیر لباب التاویل (۲۸) تفسیر کمالین (۲۹) تفسیر جامع البیان (۳۰) مفردات القرآن (۳۱) تفسیر نیشاپوری (۳۲) تفسیر حسینی (۳۳) تفسیر مواہب الرحمن (۳۴) تفسیر قادری (۳۵) تفسیر ابن عربی (۳۶) تفسیر جمل (۳۷) تفسیر صاوی (۳۸) تفسیر عمدۃ التفسیر (۳۹) تفسیر فتح القدیر (۴۰) تفسیر حسنات (۴۱) تفسیر ازہری (۴۲) تفسیر درس القرآن (۴۳) تفسیر نعیمی (۴۴) تفسیر تدبر القرآن (۴۵) تفسیر چشتیہ (۴۶) تفسیر مجددی المعروف رؤفی (۴۷) تفسیر عزیز البیان (۴۸) تفسیر نزہۃ الرحمن فی تفسیر القرآن (۴۹) تفسیر گوہر بیان (۵۰) تفسیر تبیان القرآن

ان ۵۰ تفاسیر کے علاوہ بھی کئی تفاسیر ہیں جن میں مذکورہ آیت مبارکہ کا ترجمہ وتشریح میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ حرام قرار دینا نادانی و جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

کیا یہ درست ہے؟

اس آیت مبارکہ کے غلط تراجم میں سے دو ترجمے یہ کئے جاتے ہیں۔

۱) وہ جانور حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

۲) ہر وہ چیز حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

آپ ذرا دیانت داری سے سوچیں کہ کیا یہ دونوں ترجمے درست ہو سکتے ہیں؟ اگر پہلا ترجمہ درست مان لیا جائے تو قربانی، ولیمہ، مہمان نوازی کیلئے جو جانور بھی ذبح کیا جائے گا وہ حرام قرار پائے گا۔ جہاں جانور پالے جاتے ہیں۔ لوگ ان کے مالک ہوتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔

یہ بھینسیں، گائے، بھیڑ، بکریاں اور مرغیاں وغیرہ کس کی ہیں؟ تو انہیں بتایا جاتا ہے۔ یہ جانور محمد یونس کے ہیں فلاں جانور محمد نواز کے ہیں۔ فلاں بکریاں محمد اسلم کی ہیں۔

اگر پہلا ترجمہ درست مان لیا جائے تو یہ سارے جانور حرام قرار پائیں گے۔

اسی طرح اگر دوسرا ترجمہ درست مانا جائے پھر تو کھانے پینے کی تمام چیزیں، استعمال کی تمام اشیاء اور رشتے ناطے سب حرام قرار پائیں گے۔

یاد رکھیں

یہ تراجم فقط اردو تراجم کرنے والوں نے کئے ہیں۔ اور ان کی تعداد چند افراد کی ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے قرآن کریم کی آیت کا نیا مفہوم اپنانے والے ہیں۔ اور خواہ مخواہ مسلمانوں کی تکفیر کیلئے حیلہ سازی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان کے مقابل سینکڑوں تفاسیر و احادیث میں وہی وضاحت ملتی ہے جو میں نے پچاس تفاسیر کے حوالہ جات سے پیش کی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں قسم کا ترجمہ یقینی طور پہ غلط ہے اور سینکڑوں مفسرین و محدثین کا ترجمہ و تفسیر ہی درست ہے۔

نذر شرعی اور نذر عرفی

شرعی طور پہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کی جائز نہیں ہے البتہ عرفی نذر جو ہمارے ہاں مروج ہے وہ بھی ایک ایصال ثواب کی صورت

ہے۔اس کی مختصری وضاحت ضروری ہے۔تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔کئی لوگ کسی ولی کے نام کی نذر مانتے ہیں۔کیا اس طرح وہ چیز حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں۔شرعی اور عرفی۔

نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں ہے۔اس لئے شرعی معنی میں تو نذر اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا شرک ہے۔لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی۔بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں۔چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے فتاویٰ میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں وہی عبارت آپ کی خدمت میں بعینہٖ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔امید ہے یہ گتھی بھی سلجھ جائے گی۔

اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے کنویں کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے۔نذر میں ولی کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ اس نذر کا مصرف ہے۔اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار خدام درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں۔ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کرنے کیلئے لیا جاتا ہے نذر کرنے والوں کا بلاشبہ بس یہی مقصد ہوا کرتا ہے۔اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔کیونکہ یہ ایسی طاعت ہے جو شرعاً معتبر ہے۔(فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۱۲۱ مطبوعہ دیوبند)

طریقہ فاتحہ اور شاہ اسمٰعیل دہلوی

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے فاتحہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا

یعنی طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقے پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کرکے دو ضربی ذکر شروع کرے۔(صراط مستقیم ص ۱۱۱)

جو لوگ کسی چیز پر بھی غیر اللہ کے نام پکارے جانے کو شرک کہتے ہیں وہ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔وہ ذرا غور سے مذکورہ عبارت کو پڑھیں اور سوچیں! کیا شاہ صاحبان شرک کا درس تو نہیں دے گئے اور جو طریقہ انہوں نے بتایا وہ کہیں حرام تو نہیں؟ یہی طریقہ ہمارے ہاں پایا جاتا ہے۔

حلال وحرام کا فیصلہ

وما اھل بہ لغیر اللہ۔کی تفسیر و تشریح میں ابھی بہت کچھ باقی ہے مگر میں مختصر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر اپنی اس کاوش کو اختتامی کلمات کی طرف لے جانا چاہوں گا جو انہوں نے سورۃ النحل کی آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں اختتامی کلمات ارشاد فرمائے اور وہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے بہت اہم بھی ہیں اور ان سے حلت و حرمت کا امتیازی فرق بھی واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ ضیاء ملت فرماتے ہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔اسی طرح اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصال ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کیلئے محض اس جانور کا خون بہائے (اراقۃ الدم) کو ہی وہ درجہ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا۔کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان کو پیدا فرمایا۔اس

لئے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کی چیز کو کسی کیلئے قربان کرے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد بار اس مسئلہ کی تحقیق فرمائی اور ایسے جانور کی حلت و حرمت کا فیصلہ کرنے کیلئے یہی معیار مقرر فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یعنی اگر کسی جانور کا خون اس لئے بہایا جائے کہ اس خون بہانے سے غیر کا تقرب حاصل ہو تو وہ ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور اگر خون اللہ تعالیٰ کیلئے بہائے اور اس کے کھانے اور اس سے نفع حاصل کرنے سے کسی غیر کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا۔ کیونکہ ذبح کا معنیٰ خون بہانا ہے نہ وہ جانور جسے ذبح کیا گیا ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ اگر کسی نے بازار سے گوشت خریدا یا گائے یا بکری ذبح کی تاکہ اسے پکا کر فقیروں کو کھلائے اور اس کا ثواب کسی کی روح کو پہنچائے تو یہ (گوشت' گائے' بکری) بلاشبہ حلال ہوگی۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۵۷)

میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور نہ وہ محض اراقۃ الدم (خون بہانے) کو وجہ تقرب سمجھتے ہیں بلکہ ان کے پیش نظر صرف ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیے۔ مبادا اس گمراہی پر اس کی موت آ جائے۔ نیز ان لوگوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہیے جو ہر مسلمان پر بلا امتیاز شرک و کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور اس کو اپنی سستی شہرت کے حصول کا آسان اور موثر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۱۴)

آخری گذارش

جو لوگ فاتحہ وغیرہ کو بے دھڑک حرام قرار دے دیتے ہیں اور اس کیلئے مذکورہ آیت مقدسہ کا حوالہ دیتے ہیں وہ خدا کا خوف کریں۔ کیونکہ ایسی تفسیر اہل اسلام میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ ایسا تفسیر کرنا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے اور اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ پہ بہتان باندھنا ہے جو کہ باعث لعنت بھی ہے اور باعث عذاب بھی ہے۔ لہٰذا اس سے توبہ لازمی کرنی چاہیے اور حقیقی تفسیر و تشریح محدثین و مفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور یقیناً صحیح وہی ہے جو رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر ہو اور جو اکابرین اسلام نے اتباع صحابہ میں فرمایا ہو۔

میری آپ سے گذارش ہے کہ

آپ اس آیت مبارکہ کو ایک بار نہیں سو بار پڑھیں' بار بار پڑھیں خوب غور سے پڑھیں پھر جائزہ لیں کہ اس آیت میں کہیں گیارہویں شریف کی فاتحہ' میلاد شریف کے سلسلے میں اہتمام ایصال ثواب کیلئے اور کسی بھی بزرگ' والدین' بہن بھائیوں اور مسلمانوں کیلئے فاتحہ دلانے اور دعا مانگنے کو حرام قرار دیا گیا ہے؟

اگر ایسا نہیں اور ہرگز ان چیزوں سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ایصال ثواب اور دعا کرنے کے فضائل قرآن و احادیث میں کثرت سے ملتے ہیں تو ہمیں بھی قرآنی تصور کو اپنانا چاہیے احادیث اور محدثین و فقہاء اسلام کی اتباع کرنی چاہیے۔

دُعا

ایصال ثواب کی تحقیق اور فضائل و مسائل کے سلسلے میں یہ ادنیٰ سی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل اسے شرف قبولیت سے نوازے' میرے لئے' میرے اہل خانہ' میری اولاد' میرے اساتذہ' میرے تمام دوست و احباب' تمام رشتہ داروں اور امت مصطفیٰ ﷺ کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین یا رب العالمین۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ ○ اَللّٰھُمَّ شَرِّفْنِیْ بِاِتِّبَاعِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ○ اَللّٰھُمَّ كُنْ لِیْ وَلِیًّا مُرْشِدًا فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِیْ وَاجْعَلْ سِرِّیْ اَحْسَنَ وَاَزْكٰی وَطَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَالنِّفَاقِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكِذْبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ اِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ ○ اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ صَدْرِیْ بِالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّیَّةِ وَامْلَاْ قَلْبِیْ بِالْمَعَارِفِ الرَّبَّانِیَّةِ وَاَسْعِدْنِیْ بِخِدْمَةِ دِیْنِكَ الْحَنِیْفِ ○ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِبَرْكَةِ اَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی وَبِبَرْكَةِ نَبِیِّكَ الْمُرْتَضٰی ○

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْجَمِیْلِ وَالطَّرْفِ الْكَحِیْلِ وَالْخَدِّ الْاَسِیْلِ وَعَلٰی اٰلِهٖ بُدُوْرِ الدُّجٰی وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

راقم الحروف محمد رفیق قادری رندھاوا

صدر بزم منہاج الاسلام۔ چیئرمین محدث اعظم پاکستان اکیڈمی

و پرنسپل جامعہ فیض الاسلام بالمقابل پاکستان منٹ گیٹ شالامار ٹاؤن لاہور

7 مارچ 2010ء بروز اتوار بعد صلوٰۃ عشاء